بسم اللہ الرحمن الرحیم

خاموش لمحے



ناول نگار:

سید بلال ارمان



Silent seconds change the fate...suddenly...

ناشر: ناز بک سپلائی کمپنی، دریا گنج دھلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خاموش لمحے



ناول نگار: سید بلال آرمان، سیدہ پور، میدک

ناشر: ناز بک سپلائی کمپنی، دریا گنج دھلی

نام کتاب : خاموش لمحے (ناول)

ناول نگار : سید بلال آل ارمان

ترتیب : سیدہ تبسم فاطمہ

تعداد کتب : دو ہزار

ناشر : ناز بک سپلائی کمپنی، دریا گنج دھلی-۶

E-mail : mf_productions136@yahoo.co.in

Website : www.mfproductions.cjb.net.

نوٹ:

☆ اس ناول کے سبھی کردار، اور حادثات فرضی ہیں۔اس کا حقیقی نام یا جگہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔اگر کسی طرح کی مطابقت ہوتی ہے تو اُسے محض اتفاق سمجھا جائے گا۔

☆ اس ناول کا کوئی حصہ یا اس میں تحریر شدہ اشعار یا غزلیں نقل کرنے سے پہلے ناول نگار اور ناشر کی تحریری اجازت لینا ضروری ہے۔

ناشر

ناز بک سپلائی کمپنی، دریا گنج دھلی

انتساب

دوستوں کے نام.....!

یہ کتاب میں اپنے پیارے دوستوں کے نام منسوب کر رہا ہوں۔ خاص طور پر اُس دوست کے نام جس کی سادگی ہی اُس کے پہچان ہے۔ جو کسی کی نگاہ میں نہ آتے ہوئے بھی ہر کسی کا عزیز ہے۔ جس کے اخلاق اتنے اچھے ہیں کہ ہر کوئی گواہی دیتا ہے۔ آج تک کی میری زندگی میں اُس جیسی دوسری شخصیت میری نظر سے ہی نہیں گزری۔ جن کی میں تہہ دل سے عزت کرتا ہوں۔ اُس پیارے دوست کے نام میرا ایک شعر۔

"وہ خاموشی ، وہ سادگی، وہ ڈوپٹہ سر پہ
آج علم ہوا کہ کیوں رتبہ بڑا ہے انسان کا"۔

سید بلال آل ارمان

۲۵/۱۲/۲۰۰۵

عرضِ ناشر.....

محترم قارئین! اسلام علیکم

حسبِ وعدہ ہم حاضر ہیں بلالؔ صاحب کی نئی کتاب ''خاموش لمحے'' لیکر۔ بلالؔ صاحب کی ناول ''مقدس آنسو'' کو لوگوں نے بے انتہا پسند کیا۔ حال ہی میں آئی اُن کی کتاب ''خوشبو'' بھی کافی مقبول رہی ہے۔ اب دیکھنا ہے کہ اس ناول کو لوگ کتنا پسند کرتے ہیں۔

بلالؔ صاحب نے اس ناول میں خوبصورت الفاظ، نازک نازک جذبات، سبق آمیز اقوال، عمدہ اشعار، بہترین غزلوں کا استعمال کر کے اس ناول کو بہت ہی دلچسپ اور خوبصورت بنا دیا ہے۔ اُمید ہے کہ یہ ناول بھی آپ لوگوں کو ضرور پسند آئے گی۔

بلالؔ صاحب کا یہ انداز بھی بہت خوب رہا کہ کسی کا تعارف کروانے کے لئے اُنہوں نے زبان کی بجائے قلم کا استعمال کیا۔ تبسمؔ صاحبہ کو ادب میں لانے کے بعد اب اُنہوں نے اپنی بہن رومانؔ کو بھی ادب کی دنیا میں داخل کیا ہے۔ اس ناول میں رومانؔ صاحبہ کی دو بہترین غزلیں بھی لکھی گئیں ہیں۔

مس رومانؔ، ادب کی دنیا میں آپ کا استقبال ہے۔ ہماری دُعا ہے کہ آپ بھی اپنے بھائی کی طرح ادب میں ایک درخشاں مقام بنائیں۔

ہمیں آپ لوگوں کے خطوط وای۔میل مل رہے ہیں۔ آپ کو یہ کتاب کیسی لگی۔ ہم اس کو اور بہتر کیسے بنا سکتے ہیں۔ اس بارے میں ہمیں ضرور لکھئے۔

ناشر

''سُنئیے۔ باسط صاحب یہیں رہتے ہیں ناں'' اُس نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

''جی ہاں۔ تشریف لائیے۔'' کسی نے اُس سے احتراماً جواب دیتے ہوئے کہا۔

''جی شکریہ''۔ اُس نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''میرا نام کونین ہے اور میں آپ کی ندا کی خاص دوست ہوں''۔ وہ رُک رُک کر بولی۔

''ندا کی دوست'' اُس کے منہ سے ساختہ نکلا مگر جلد ہی اُس نے خود پر قابو پالیا۔

''آپ ندا کی دوست ہیں، مطلب آپ ہندوستان سے آرہی ہیں''۔

''جی میں ہندوستان سے آرہی ہوں'' اُس نے جواب رُک رُک کر دیا۔

''ہندوستان سے نیویارک تک آنے میں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔ ویسے آپ ہندوستان سے یہاں کس کام سے آئیں ہیں''۔

''جناب سفر تو بے حد کامیاب اور خوشگوار رہا۔ میں ہندوستان سے یہاں اپنے کام سے نہیں بلکہ آپ کو یہ خط پہنچانے آئی ہوں۔ ندا نے کہا تھا کہ خط ہاتھ تک پہنچانا، ورنہ ڈاک سے بھیج دیتی''۔ کونین نے طنزیہ انداز میں جواب دیا۔ وہ کونین کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

''آپ چائے لیں گی یا کافی''۔ اُس نے کونین کو مخاطب کیا۔

''جی شکریہ کچھ نہیں چاہئے،۔ یہ لیجئے آپ کی ندا کا خط''۔ کونین نے اُس کی طرف ایک کتاب نما خط بڑھاتے ہوئے کہا۔

’’لیکن آپ اسے یہیں اور میرے سامنے بیٹھ کر پڑھیں گے‘‘۔ کونین نے جملے کو برقرار رکھتے ہوئے کہا۔

’’ندا کا خط....!‘‘ وہ دھیرے سے بڑبڑایا اور کونین کے ہاتھوں سے خط لے لیا۔

’’کیا کیا لکھا ہو گا ندا نے‘‘۔ اس نے ایک بار پھر کونین کا چہرہ غور سے دیکھا اور خط کھول کر پڑھنے لگا۔

☆☆☆☆☆

باسط!

میری جان تمہیں پہلے میرا پیار بھرا اسلام۔ اُمید کرتی ہوں کہ تم ٹھیک ہوں گے۔ باسط میں سمجھتی تھی کہ تم یونہی سیدھے سادے ہو۔ مگر تم نے تو ایسے پر نکالے کہ میں دیکھتی رہ گئی۔

تمہیں یاد ہیں وہ دن جب تم شہر سے گاؤں آتے تھے اور میں بھی امّی، ابو کے ساتھ گاؤں آتی تھی۔ ہم اپنی چھٹیاں کیسے بتاتے تھے۔ کتنے پیارے تھے ناں، وہ گاؤں کے مناظر، وہ خوشنما ہریالی، کھیت، جھیل، پرندوں کی چہچہاہٹ اور گاؤں میں ساون کا مہینہ گزارنا تو شاید ہی ہر کسی کو نصیب ہو۔ پیڑ کی ڈال پر جھولا ڈال کر جھُلنا۔ برسات میں بھگنا، اور گھر والوں سے ڈانٹ کھانا۔

تم تو مامی جان کے پیارے تھے۔ اس لئے مامی جان تمہیں کم ہی ڈانٹتی تھی مگر امّی تو بس میرے پیچھے ہی پڑ جاتی تھیں۔ پھر مامی جان کی پناہ میں ہی آ کر امّی کی ڈانٹ سے بچ پاتی تھی۔

تمہیں یاد ہے، جب حوض پانی سے لبریز ہو جاتا تو ہم سب باغ میں گھوم کر پانی کھیلتے، باجی تم پر پانی ڈالتی اور تم مجھ پر کیوں کہ باجی کو پانی بھر کر میں ہی دیتی تھی۔ اسی طرح دن سارا گزر جاتا۔

مجھے یہ بلکل اچھا نہیں لگتا تھا کہ تم اپنی ساری باتیں صرف باجی کو ہی بتاتے تھے۔ باجی اور تمہاری دوستی اتنی گہری تھی کہ تم دونوں ہی اپنے سارے فیصلے کر لیتے۔ تم باجی کی دوستی پر فخر کرتے اور باجی تمہاری دوستی پر۔ پتا نہیں آخر کیا تھا جو تم دونوں میں اتنی گہری دوستی تھی۔ مجھے کبھی کبھی باجی پر شک ہوتا تھا کہ کہیں وہ تم کو اپنا نہ بنا لے۔

تم ہمیشہ باجی کو ہی خطوط لکھتے تھے۔ مجھے تو بلکل نظر انداز ہی کر دیتے۔ مجھے تمہاری اس حرکت پر غصہ آتا اور اس پر باجی مجھے تمہارے حوالے سے ستالیتی۔ میں باجی کے سامنے ایسے ظاہر کرتی جیسے میں اُن سے خفا ہوں۔ سچ تو یہ ہے کہ باجی کے ستانے سے مجھے کافی خوشی ہوتی تھی۔ کیوں کہ وہ مجھے تمہارے حوالے سے چھیڑتی تھیں۔ ایک وہی تو تھیں جو مجھ سے دوست جیسا برتاؤ کرتی تھیں۔ اب تو اُن کی بھی شادی ہو چکی ہے۔

ایک مرتبہ باغ میں، میں امرود کے پیڑ پر چڑھی تو تمہیں غصہ آ گیا اور تم بھی پیڑ پر آ گئے اور مجھے وہاں سے اُترنے کو کہا۔ لیکن میں نہیں اُتری تو تم نے مجھے اپنے ہاتھوں میں لیکر پیڑ سے نیچے اُترے۔ پتا نہیں سب نے کیا سوچا ہوگا۔ باجی تو اُس دن سے مجھے بہت ستانے لگی تھیں۔ کتنا سُہانا تھا ناں وہ ہمارا بچپن پتا نہیں کہاں گئے وہ دن۔

تم جانتے ہو میں بچپن میں ہی تمہارے لئے بک ہوگئی تھی۔تم سے بات کرنے کو دل چاہتا مگر لوگوں کے ڈر سے خاموش رہ جاتی۔ اگر ہمیں بات کرنا ہوتا تو ہم انٹی کی مدد لیتے تھے۔ تمہیں یاد ہے انٹی کی شادی کے موقع پر ہم گاؤں میں تنہا باتیں رہے تھے۔ ہم تو صحن میں بیٹھے باتیں کرتے رہے مگر گھر والوں کی نظریں ہم پر لگی تھیں۔ سب لوگ کمرے کی کھڑکی سے ہمیں ہی دیکھ رہے تھے۔ میں نے تو اس کی کوئی پرواہ کی ہی نہیں۔

تمہیں یاد ہے، تم نے مجھے تنہا پا کر مجھ سے پوچھا تھا ''تم کس سے محبت کرتی ہو؟''

میں نے جواب میں کہا تھا ''میں کسی سے بھی محبت نہیں کرتی''۔ یہ سُن کر تمہارا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ میں اپنے آپ میں کافی دیر مسکراتی رہی۔

پھر جب میں نے کہا کہ ''میں صرف تم سے محبت کرتی ہوں''۔

''سچ! پھر سے کہوں''۔ تم نے بے صبری سے اس کی تصدیق چاہی اور میں نے گردن کی ہلکی سی جنبش سے تصدیق کردی۔ اللہ جانے کونسا جنون سوار ہوا تم پر میں تو مسکرا کر رہ گئی۔

''باسط! کہنے کو تو میں تمہاری کزن ہوں، مگر ایک اچھی دوست بھی اور اب تمہاری محبت بھی۔ واقعی تم میں ایسی کوئی خوبی ضرور ہے جس کے سامنے مجھے جھکنا پڑا۔ سچ بتاؤں تو میری زندگی تمہارے بغیر بے رنگ سی تھی مگر تم نے تو میری زندگی کا رُخ ہی بدل دیا۔

تمہارا فارمولا مجھے بہت پسند آیا۔ آخر وہ فارمولا ہی تو تھا جس نے میری زندگی میں خوبصورتی بھر دی۔ تمہیں یاد ہے وہ فارمولا، تم نے کہا تھا "ہمیشہ مسکراتے رہو، زندگی خود بخود خوبصورت ہو جائے گی۔"

کبھی کبھی ہم ایک دوسرے کو دیکھتے رہتے اور ساتھ ہنس پڑتے۔ جیسے کسی حماقت کا احساس ہوا ہو، اس محبت میں کیسا پاگل پن ہوتا ہے جو بے سر پیر کی باتیں بھی اچھی لگنے لگتی ہیں۔

باسط! واقعی میں معمولی سی لڑکی تھی۔ سیدھی سی۔ کالج اور کتابیں ہی میری دنیا تھی۔ مگر جب تم مِل گئے تو.... تم نے ایکدم بدل دیا مجھے۔ بلکل تمہارے رنگ میں ڈھلتی چلی گئی۔

آج بھی یاد ہے مجھے وہ دن، جب میں جھیل کے کنارے بیٹھ کر جھیل میں کنکریاں مار رہی تھی اور تمہارے بارے میں سوچ رہی تھی۔ کیا کبھی تم مجھ سے جُدا ہو جاؤ گے؟؟؟ کیا میں تمہارے بن جی پاؤں گی۔ یہی سوچتے سوچتے میری آنکھیں نم ہو گئیں، تبھی تم آ گئے مجھے دیکھ کر تم نے کیا کہا تھا یاد ہے تمہیں۔ مجھے تو آج بھی یاد ہے یہ شعر۔

"یوں ہی کب ہوتی ہیں اس شخص کی آنکھیں پُرنم
کچھ نہ کچھ اس نے میرے بارے میں سوچا ہوگا"

تم نے اُس وقت بلکل سہی کہا تھا۔ میں تمہارے ہی بارے میں سوچ رہی تھی کہ آنسو چھلک پڑے۔

تمہاری چھٹیاں ختم ہو جاتیں تو تم گاؤں سے شہر چلے جاتے اور پڑھائی میں مشغول ہو جاتے۔ اِدھر میرے کالج شروع ہونے سے پہلے ہم بھی اپنے شہر چلے جاتے مگر میرا پڑھنے میں دل نہیں لگتا۔ اور لگتا بھی کیسے دل تو تمہارے پاس تھا ناں۔

تمہیں یاد ہے ایک بار میں نے تم سے پوچھا تھا "کزن، دوست کے علاوہ ہمارے نئے رشتے کا کیا نام ہے"۔

تمہارے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں تھا۔ مگر جو بات تم نے بتائی وہ میرے دل کو چھو گئی۔ تم نے کہا تھا کہ "کسی کو بار بار مڑ کے دیکھنا کسی مضبوط جذباتی لگاؤ کی علامت ہوتا ہے"۔ اور ہمارے ساتھ ہمیشہ یہی ہوتا تھا۔

جب تمہیں دیکھتی تو دل خوشی سے جھوم اُٹھتا۔ جب ہم جُدا ہوتے تو لگتا کہ دھڑکنیں رُک سی گئیں ہوں۔ آنسو کثرت سے بہے جاتے۔ اور جب ہمارے ملنے کے دن آتے تو دل زور زور سے دھڑکتا رہتا۔ راتیں مہکنے لگتی اور تمہارے خیالات مجھے مسرور کر دیتے۔ تمہارا مجھے بے صبری سے انتظار رہتا۔ اور جب تمہارا دیدار ہوتا تو لگتا کہ میں نے سب کچھ پا لیا ہے۔

"شہرِ خیال پھول کے مانند کھِل اُٹھا
یہ دل کے راستے سے گذر کس کا ہو گیا"

تمہاری لکھی ہوئی مختصر سی غزل مجھے نجانے کیوں بہت اچھی لگی۔ میں یہ غزل ہر دن پڑھتی ہوں۔ ہر بار ایک نیا احساس ہوتا ہے۔ اب تم سوچ رہے ہوں گے کہ کونسی غزل...... لیجئے نیچے لکھ رہی ہوں۔

"روشن آنکھیں تیری جیسے نور کی برات ہو
تیرے زلف سے جیسے آندھیری رات ہو

قیامت ہو سکتی ہے اس میں کوئی شک ہی نہیں
چاند سا چہرہ اور لبوں پہ اگر تبسم کا ساتھ ہو۔

چہرے پر پانی کے قطرے، پھولوں پر شبنم جیسے
ایسے میں کیسا ہو گر گھٹاؤں سے برسات ہو

پنگھٹ پر پانی لینے صبح صبح تیرا آجانا
اور کہتی ہیں کچھ تیری آنکھیں جیسے کوئی بات ہو۔

تجھے دیکھ کر قابو پالے خود پہ اگر کوئی
فنا ہو جائے گا وہ پیدا اگر ایسے حالات ہو۔"

میری ایک خاص دوست ہے "کونین"۔ میری کوئی بھی بات اس سے چھپی نہیں ہے۔ وہ تمہاری یہ غزل پڑھ کر آنکھ بند کر کے کچھ سوچنے لگی۔ مجھے لگا کہ وہ تمہیں مجھ سے چھین لے گی۔ میں نے کونین کو ڈانٹا اور بات برابر کر لی۔

اُدھر تمہاری پڑھائی ختم ہو گئی۔ اور اِدھر میرا فائنل ائیر تھا۔ تم نے تو کسی طرح M.Tech مکمل کرلیا لیکن مجھ سے B.Sc ہی مکمل نہیں ہو پا رہا تھا۔ پتا نہیں تم نے کیسی محنت کی تھی۔ ویسے تو تم کافی عقلمند ہو۔ کیا تم یہ جانتے ہو۔ نہیں ناں کیوں کہ ”عقلمند ہر بات سمجھتا ہے سوائے اِس کے کہ وہ عقلمند ہے۔“

کاش مجھے بھی بتا دیتے کہ تم کیسے پڑھتے ہو میں بھی P.hd کر لیتی خیر اُس وقت تو میری عمر ہی کم تھی مطلب 21 سال اور تمہاری عمر 26 سال اُس وقت B.Sc ہی مکمل نہیں ہو پا رہا تھا P.hd کی کیسے سوچ سکتی تھی۔ تعلیم تو ایک طرف رہی کیوں کہ 16 سال کی عمر میں ہی میں مریضِ عشق بن گئی۔

اگلے ہی سال تمہاری نوکری گلف میں ہو گئی۔ تمہارا درخشاں مستقبل دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔ تمہارے جانے کے بعد میں اکیلی رہ جاؤں گی یہ سوچ کر گھبرا جاتی۔

جب میں نے سُنا کہ تمہاری ٹکٹ او۔کے ہو چکی ہے۔ تو میرا دل دھڑکنے لگا۔ اور آنسو شدت سے بہہ رہے تھے۔ اور تم آ گئے۔

”صرف چہرے کی اُداسی پر بھر آئے آنسو
دل کا عالم تو ابھی آپ نے دیکھا ہی نہیں“۔

تمہاری آنکھیں بھی نم ہو گئیں تھیں اور تم میرے آنسو اپنے ہاتھوں سے صاف کر رہے تھے۔ تمہارے ہاتھوں کا لمس پا کر میں تڑپ اُٹھی تھی۔

باسط تم جانتے ہو" ندی کے پانی اور آنکھ کے پانی میں جذبات کا فرق ہوتا ہے"۔

تم مجھے کافی دیر سمجھاتے رہے۔ لیکن اُس دن میرا موڈ بلکل ہی خراب تھا۔ نہ تم سے کوئی شکوہ تھا اور نہ ہی کوئی شکایت۔ میں نے تمہاری ایک کتاب میں پڑھا تھا۔

"جس سے محبت کی جائے اُس کے سامنے ندامت کا اظہار نہیں کرنا چاہیئے"۔ اس لئے میں خاموش رہی۔

سچ باسط! محبت کا سفر ایک دائرے کی مانند ہوتا ہے جس کی ابتداء اور انتہا کا پتا ہی نہیں چلتا۔ یاد ہے باسط جب تم جا رہے تھے تو ائیر پورٹ پر موقع دیکھ کر تم مجھے الگ لے گئے۔ تم نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر کہا تھا" ندا تم بلکل پریشان مت ہونا۔ ندا تم اپنے خوبصورت ہاتھوں میں مہندی لگا کر میرا انتظار کرنا۔ ایک دن میں آؤں گا اور تمہیں دلہن بنا کر اُڑا کے لئے جاؤں گا۔ اپنی دنیان میں جہاں صرف تم ہوگی اور میں ہوں گا۔ بس ہم دونوں"۔

جب تم چلے گئے تو میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اور دل بہت اُداس ہو گیا تھا۔ تمہارے بغیر سب کچھ سُونا سُونا سا لگ رہا تھا۔ کوئی چیز اچھی نہیں لگ رہی تھی۔

"وہ چل دیا تو حوصلے دم توڑ نے لگے
میں رکھ سکی نہ آنکھ کا پانی سنبھال کر"

تم چلے گئے۔ میں دن میں نجانے کتنی بار، ہتھیلیوں پر حنا کے رنگ دیکھتی اور اُڑ کر تمہارے پاس چلی جاتی۔

آج کل دن بور کٹتے ہیں تو راتیں آنکھوں میں ہی گزر جاتی ہیں۔ عجیب سی کشش تھی تم میں۔ بار بار تمہاری ہی طرف خیال جاتا تھا۔ کوئی کام سہی طریقے سے نہیں ہو پاتا۔ سچ تمہیں تو میں نے پاگلوں کی طرح چاہا ہے۔ مجھے تمہارا قول بھی یاد ہے "کسی کو چاہوں تو ٹوٹ کے چاہو ورنہ محبت کی توہین نہ کرو۔"

باسط! جب سے تم گئے، گاؤں کی رونق ہی چلی گئی۔ میں بھی گاؤں کم ہی جاتی ہوں۔ وہاں کسی پیڑ سے، پانی کے حوض سے یا بیٹھنے کے پتھروں سے تمہاری آوازیں گونجتی رہتی ہیں۔

تمہیں یاد ہے وہ بڑا آم کا پیڑ جس پر بچپن میں ہم دونوں کی دوڑ ہوئی تھی۔ تم تھے تو مجھ سے بڑے مگر پیڑ پر میرے مقابلے میں نہیں چڑھ سکے۔ اور میں جیت گئی۔ اُوپر پیڑ سے تم نے باجی کو کچھ اشارہ کیا تھا۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ تم نے دوڑ جان بوجھ کر ہاری تھی میری خاطر۔ تمہیں معلوم ہے میں جب بھی گاؤں جاتی ہوں، یادیں تازہ ہو جاتی ہیں۔ تم اکثر کہا کرتے تھے ناں کہ "یادیں اچھی ہوں یا بُری، ہر حالت میں اُداس کر جاتی ہیں"۔

بلکل سہی کہا باسط تم نے یادیں ہر حالت میں اُداس کر جاتی ہیں۔ یہ یادیں ہی تو ہیں جو مجھے ہر پل تڑپاتی ہیں۔ میرے لئے تو سانس لینا بھی دشوار ہو گیا ہے۔ میری ہر سانس پہ تمہارا نام لکھا ہے باسط!۔

تم چلے گئے۔ جانے کے بعد تمہارے خطوط برابر ملا کرتے تھے۔ تمہارے قلم کے جادو نے

کبھی محسوس ہی ہونے نہیں دیا کہ تم مجھ سے دور ہو۔ باسط تم تو اپنی یادوں کے قافلے چھوڑ کر چلے گئے

اور میں تنہا ہی اُن قافلوں کے ساتھ بھٹکتی رہی۔

باسط! جب کبھی تمہاری یاد آتی ہے تو تمہارے خط نکال کر پڑھنے بیٹھ جاتی ہوں۔ میرے

لئے یہ بہت فائدہ مند ثابت ہوتا۔ ایک تو میرا وقت آسانی سے کٹ جاتا تھا اور دوسرا یہ کہ یادیں تازہ

ہو جاتی تھیں۔

باسط! تم نے وعدہ کیا تھا کہ تم مجھے نہیں بھولو گے۔ اور تمہیں یاد ہے اس بات پر میں نے کیا

کہا تھا۔ کیوں بھول گئے ناں۔ میں نے کہا تھا۔

"اس شرط پہ کھیلوں گی پیا پیار کی بازی
جیتوں تو تجھے پاؤں، ہاروں تو پیا تیری"۔

یہ شعر سُن کر تم نے کہا تھا" مجھے تو علم نہیں تھا ندا کہ تم بھی اچھی خاصی شاعری کر لیتی ہو۔ ندا

تم نے شاعری کہاں سے سیکھی ہے"۔ کتنے بے چین تھے باسط تم یہ جاننے کے لئے۔

ویسے جناب آپ کی صحبت اور ذوق کا کمال تھا جو مجھ سے یہ شعر ظاہر ہوا۔ ویسے تو میں کہتی

تھی کہ مجھے شاعری سے سخت نفرت ہے پر حقیقت کچھ اور ہی تھی۔ اب تو آپ جان چکے ہیں۔

کچھ دن قبل آپ کی پیاری بہن اور دوست رومانؔ نے مجھے اپنی لکھی ہوئی غزل پیش کی۔

مجھے تو یہ غزل بے انتہا پسند آئی۔ کیا آپ نہیں پڑھنا چاہیں گے۔ میں جانتی ہوں آپ غزل پڑھنے بے

چین ہو رہے ہوں گے۔ ارے ذرا صبر کرو لکھ رہی ہوں۔

"ہو نہیں سکتی یہ محبت یہ عاشقی ہم سے
اب تو اجنبی لگتی ہے ہماری زندگی ہم سے

نا اظہار ہے، نہ دل میں، نہ کوئی خیال ہے
اب تو خود جُدا لگتی ہے دل لگی ہم سے

دیوانہ کہتے تھے ہمیں عشق و محبت میں
اب کوسوں دور ہے خود دیوانگی ہم سے

محبت تھے، زندگی تھے، وہ ہم سفر سے
نجانے بن گئے کیسے پھر وہ اجنبی ہم سے

لاکھوں نفرتوں کے ڈھیر بھرے دل میں رومانؔ
اب روٹھ کر دور چلی گئی اشنائی ہم سے"۔

کیوں کیسی لگی غزل پسند تو آئی ہوگی۔ ارے ہاں! رومانؔ کی ایک اور غزل ہے میرے

پاس، لیکن مجھے نہیں معلوم رومانؔ نے یہ غزل کس کے لئے لکھی ہے۔ میں سوچ کر تھک گئی ہوں۔ آپ

غزل پڑھ کر تو معلوم کر سکتے ہیں ناں کہ غزل کس کے ئے لکھی گئی۔ تو لیجئے ملاحظہ کیجئے۔

"تم تو ہو پاکیزہ میرے کلام کی طرح
سورج کی کرنیں ڈوبتی ہوئی شام کی طرح

یہ خزاں کا موسم بھی ڈھل رہا ہے آہستہ سے
تم ایسی ہو جیسے بہار میں پیغام کی طرح

تم جہاں جاتی ہو ایک نظارہ سا ہوتا ہے
جھیل سمندر کر رہے ہیں ایک سلام کی طرح

ہم اب دوستی کے ایسے موڑ پر ہیں رومان
جیسے بیٹھی ہو چڑیاں لب و بام کی طرح"۔

کچھ پتا چلا کس پر لکھی گئی ہے یہ پیاری سی غزل۔ اگر تمہیں پتا چل بھی گیا ہوگا تو تم مجھے نہیں بتلاؤ گے۔ میں جانتی ہوں۔

باسط! تمہاری یادیں مجھے پاگل کر دیں گی۔ تمہیں معلوم ہے عید پر ساری لڑکیاں اپنے ہاتھوں میں مہندی لگاتی ہیں مجھ سے بھی ضد کرتی ہیں تو تمہاری اُڑا کے لے جانے والی بات یاد آجاتی۔ پھر بھلا میں اپنے ہاتھوں میں مہندی کیسے لگالیتی۔ کوئی نہ کوئی بہانہ ڈھنڈ لیتی۔

باسط! ایک خط میں تم نے یہ بھی لکھا ہے۔ "آج بہت دنوں بعد بارش ہوئی۔ کچی تپتی ہوئی مٹی پر بوندیں پڑیں تو ایسی بھینی بھینی خوشبو آئی جیسے کسی کا کنوارا جسم مہکتا ہے"۔

اچھا تو جناب وہاں جا کر آپ بڑے تجربے کر رہے ہیں۔ ویسے حضور آپ اتنے بدذوق کب سے ہو گئے کہ کنوارے جسم کو کچی مٹی سے ملانے لگے۔

باسط! میں نے نجانے کتنے ہی خطوط تمہیں لکھے پھر بھی تم نے ان میں سے کسی ایک کا بھی جواب نہیں دیا۔ یہی خطوط تو تھے جو مجھے جینے کا حوصلہ دیتے تھے۔ اب اتنی بے رُخی کیوں؟ کیا تم مجھ سے خفا ہو؟ کیا میں نے کوئی غلطی کر دی؟ آخر کیا ماجرا ہے؟ اب تو میں تھک چکی ہوں۔

"نڈھال کرنے لگی ہے کسی کی بے رُخی ورنہ
ہم بھی کبھی ہواؤں کا رُخ بدلتے تھے۔"

تمہیں جا کر پانچ سال ہو گئے۔ پہلے تین سال ہی تمہارے خطوط اور فونس آتے رہے مگر ان دو سالوں میں یہ سلسلہ تو بلکل بند ہی کر دیا تم نے یہاں پر سب لوگ پریشان ہیں۔ تمہاری کوئی خبر بھی نہیں ملتی۔ اگر کچھ ملتا ہے تو صرف تمہارے بھیجے ہوئے پیسے اور کچھ بھی نہیں۔

باسط! یاد ہے تم کہا کرتے تھے کہ "نِدا تمہارے بغیر مجھے ساری دنیا سونی سی لگتی ہے۔ بلکل بے جان سی"۔

باسط! جب میرا دل اُداس ہوتا تو تمہاری یہ پیاری سی غزل مجھے حوصلہ دیتی ہے۔ اور میری طرح میرے دوستوں کو اس غزل سے سکون ملتا ہے۔ پتا نہیں باسط اس غزل میں ایسا کیا جادو ہے۔ ہر کوئی اس غزل سے لطف اندوز ہوتا ہے مگر کوئی اس غزل کو سمجھ نہیں سکا۔ شاید یہی اس غزل کی سب سے بڑی خوبی ہے۔ کہتے ہیں ناں کہ "قلم کا جادو ہر جادو سے بڑھ کر ہوتا ہے"۔ آج میں سناؤں گی تمہیں تمہاری غزل۔ مجھ سے نہیں سنو گے....؟

"بدلا نہ اپنے آپ کو جو تھے وہی رہے
ملتے رہے سبھی سے مگر اجنبی رہے

دنیا نہ جیت پاؤ تو ہارو نہ خود کو تم
تھوڑی بہت ذہن میں ناراضگی رہے

اپنی طرح سبھی کو کسی کی تلاش تھی
ہم جس کے بھی قریب رہے دور ہی رہے

گزرو جو باغ سے تو دُعا مانگتے چلو
جس میں کھلے ہیں پھول وہ ڈالی ہری رہے"

بے شک بہت خوبصورت غزل ہے۔ باسط جب کبھی تم میری تعریف کرتے تو دل زور زور سے دھڑکنے لگتا۔ جانتے ہو مجھے کیا ڈر لگتا تھا؟

سونچا کرتی تھی کہ تمہارا پیار کہیں جوش میں آئے ہوئے دریا کی طرح کنارے توڑ کر اِدھر اُدھر نہ بہنے لگ جائے۔

میں نے تو کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا کہ تمہاری محبت کے اونچے اونچے محل کبھی ریت کے گھروندوں کی مانند ذرا سی دیر میں گر کر ڈھیر ہو جائیں گے میری تو آنکھیں وقت کی پگڈنڈی پر دور بہت دور تھیں، اپنی زندگی کی آخری منزل بنا کے دیکھا کرتی تھی مگر اچانک ایسے لگا کہ اس پگڈنڈی پر کانچ کی نوکیلے کرچیں بکھری ہیں۔ میں نے ایک قدم بھی آگے بڑھایا تو۔۔۔ میرے پیر ہی نہیں میرا سارا وجود لہولہان ہو جائے گا۔

کل کونین آئی تھی اور اُس نے اخبار کا ایک صفحہ میرے ہاتھ تھما دیا۔ میری تو سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا دکھا رہی ہے۔

''کوئی خاص خبر ہے کیا؟'' میں نے پوچھا تو وہ کم بخت بھی خود پر قابو نہ پا سکی۔ آنکھ میں آنسو آ گئے وہ بولی۔

''یہ پڑھ۔ یہ دیکھ کیا لکھا ہے''۔ اُس نے ایک جگہ اُنگلی رکھ کر کہا میں کسی انجانے خوف سے کانپ گئی۔ ایسے وقت میں اپنوں ہی کے بارے میں بُرے خیال آتے ہیں ناں۔

میں نے تمہاری سلامتی کی ایک پل میں ہزاروں دُعائیں مانگ ڈالیں اور.... جب ڈرتے ڈرتے پڑھا تو باسط۔ میرے پیروں کے نیچے کی زمین دھنسنے سی لگی۔

تمہارے رشتے کا اشتہار تھا۔ خوبصورت پڑھی لکھی ہونے کے ساتھ لڑکی کا دولت مند اور ترقی پسند بھی ہونا شرط تھا۔

غم تو جیسے میری تقدیر میں ہی تھا۔ کسی نے بلکل سچ ہی کہا تھا ''محبت اُس سے نہ کرو جسے تم چاہتے ہو بلکہ اُس سے کرو جو تمہیں چاہتا ہے''۔ یہ بات میری سمجھ میں پہلے کیوں نہیں آئی۔

تمہاری زندگی کی دُعا قبول ہوئی تو تم ہاتھ سے نکل گئے۔ دھت تیری کی۔ تم تو سچ مچ بڑے بے ایمان نکلے۔

مجھ سے کہہ کر تو دیکھتے۔ میں تو تمہارے لئے ایسی لڑکی ڈھونڈ کر نکالتی جس کی پرچھائیاں بھی سنہری ہوتی۔ وقت سے کہیں آگے چلنے والی، خوش ہو جاتے تم۔

''تیری بے وفائی پہ فدا ہوتی ہے جان اپنی
خدا جانے اگر تم میں وفا ہوتی تو کیا ہوتا''

باسط! زندگی میں دو چیزیں نہایت تکلیف دہ ہوتی ہیں۔ ایک اُس چیز کا نہ ملنا جس کی خواہش ہو اور دوسری اُس چیز کا ملنا جسکی چاہت نہ ہو۔

چلو خیر۔ دل پر بڑا بوجھ ہے۔ لکھنے بیٹھوں گی تو شاید ساری عمر بھی کم پڑ جائے گی۔ ''دل بجھ جائے تو شہرِ تمنا کے چراغاں سے خوشی حاصل نہیں ہوتی''۔ اور پھر باسط.... کھو کھلے گنبدوں کے نیچے کھڑے ہو کر چیخنے سے تو بار بار اپنی ہی آواز کی گونج سنائی دیتی ہے۔

تم خوش رہو۔ بس اب تو اپنی یہی آرزو ہے۔ خدا سے دُعا ہے کہ وہ تمہیں ہر حال میں خوش رکھے۔ آمین۔

نِدا

جسے تم نے کبھی اپنی کہا تھا۔

☆☆☆☆☆

اُس نے خط ختم کر کے لمبی سی سانس لے کر کونین کی طرف دیکھا تو کونین نے جذبات سے رُندھی آواز میں پوچھا۔

''کیا جواب ہے آپ کے پاس اس خط کا؟''

''کونین..... '' وہ بھی بے حد جذباتی انداز میں بولا۔

''تم دوست ہو نِدا کی۔ اتنی دور سے آئی ہو اور.... '' اُس نے کونین کی آنکھوں میں جھلکتے آنسوؤں کو غور سے دیکھ کر کہا۔

’’میں جانتا ہوں کہ ایک جذبہ ہوگا تمہارے دل میں بدگمانی کا، نفرت بھی ہوگی اور۔ تم جو کچھ سوچ رہی ہو وہ بلکل صحیح ہو اپنی جگہ۔ کوئی اور بھی ہوتا تمہاری جگہ تو اِسی طرح سوچتا لیکن اگر .... ‘‘اس کی آنکھیں بھی بھر آئیں۔

’’لیکن اگر اس وقت ندا ہوتی تمہارے ساتھ تو شاید نہ صرف معاف کر دیتی بلکہ ..... ‘‘

’’باسط صاحب.... ‘‘کونین درمیان میں بول پڑی۔ اس کا لہجہ بے حد طنزیہ تھا۔

’’اگر ندا مغربی تہذیب کی پیداوار ہوتی تو آپ کو معاف کرنے نہیں بلکہ آپ سے زبردستی اپنا حق مانگنے آتی۔ مگر..... ‘‘ کونین کا ضبط جواب دینے لگا۔

’’مگر وہ مشرقی لڑکی تھی باسط صاحب، اسی لئے اشتہار پڑھنے کے بعد وہ ریت کی دیوار کی طرح ڈھیر ہوگئی۔ ختم کر لیا اُس نے اپنے آپ کو۔ چلی گئی اس دنیا سے‘‘۔ کونین یہ کہہ کر رو پڑی۔ یہ سب سُن کر وہ ایکدم سکتے میں آگیا۔ اس کے قدم لڑکھڑانے لگے اور وہ سہارا لیکر کرسی پر بیٹھ گیا۔

''باسط صاحب'' کونین نے پھر طنزیہ لہجے میں کہا۔

''اگر اتنی برداشت کی قوت نہیں تھی آپ میں تو..... تو ندا کو اکیلی مرنے کے لئے چھوڑ دیا آپ نے؟''۔

''لیکن کونین.....'' اُس نے درمیانی میں بولنے کی کوشش کی تھی مگر کونین نے اُسے کوئی موقع نہیں دیا۔

''بیچاری ہر دن ڈاکیہ سے تمہارے خط کے بارے میں پوچھتی ہر رات تمہاری یاد میں کاٹتی۔ جب کبھی فون کی رنگ ہوتی تو دوڑ کر ریسوَر اُٹھالیتی۔ لیکن ہر طرف سے اُسے مایوسی ہی ہاتھ لگتی۔ بتاؤ کیوں اتنا تڑپایا باسط تم نے اُسے''۔ وہ اتنی غصے میں تھی کہ اپنے ہوش کھو بیٹھی۔

وہ بت بنا چند لمحے کونین کو گھور گھور کر دیکھتا رہا۔ پھر آہستہ سے کوشش کر کے کہنے لگا۔

''کونین میں باسط نہیں ہوں.....'' اُس نے رُک رُک کر کہا۔

''میں باسط کا دوست آمان ہوں!''

''کہاں ہیں باسط؟'' کونین نے ہذیانی انداز میں کہا اور آمان کا گریبان پکڑ کر جھنجوڑ کر پوچھا۔

''آپ نے ندا کا خط کیوں پڑھا؟''

''وہ اشتہار کونین''۔ آمان نے ندامت سے جواب دیا۔

''وہ اشتہار باسط کے کہنے پر میں نے ہی دیا تھا۔''

''کیوں؟'' وہ ایک بار پھر چلا کر بولی۔ ''ندا کی جان لینے کے لئے؟''

''نہیں کونین'' آمان نے اس انداز سے کونین کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ وہ ایکدم بدل سی گئی۔

''اس لئے کہ باسط کو کینسر تھا، اس لئے وہ چاہتا تھا کہ ندا کی شادی کہیں اور ہو جائے۔ باسط تو اشتہار نکلنے سے پہلے ہی مر چکا تھا!'' آمان کی آواز بھیگی ہوئی تھی۔

یہ تھے وہ خاموش لمحے جہاں تقدیر نے پھر ایک فیصلہ لیا۔ کچھ دیر بلکل خاموشی چھائی رہی۔ کمرے کا ماحول ایکدم بدل گیا۔ انکشاف کی نوعیت نے دونوں کی جذبات کے طوفان کے حوالے کر دیا۔

کونین زور سے چیخ کر غیر شعوری طور پر آمان کے سینے سے لگ کر سسکنے لگی۔ راکھ کے ڈھیر میں ایک چنگاری شعلہ بن کر بھڑک اُٹھی۔

ختم شدہ



اب تو آنکھوں میں سماتی نہیں صورت کوئی
غور سے میں نے تجھے کاش نہ دیکھا ہوتا۔
(ارمان)

☆ ناول ''مقدس آنسو'' میں بلالؔ صاحب نے بہترین لوٹرانگل (Love triangle) بنایا ہے۔ مجھے تو یہ ناول نہیں بلکہ حقیقت لگتی ہے۔ واقعی بلالؔ صاحب کی تحریر بہت پُر اثر ہے۔

(ناہیدہ انجم، سورت)

☆ بلالؔ صاحب اپنی کتابوں کا عنوان بہت ہی عمدہ رکھتے ہیں جیسے یادیں، خوشبو، مقدس آنسو وغیرہ۔ اس کے علاوہ اُن کی پینٹنگس بہت خوب لگتی ہیں جو کتابوں کے سرورق کی زینت بنتی ہیں۔ اُن کی ہر کتاب پر انگریزی میں بہترین قول بھی ہوتا ہے۔ جو کتاب کی خوبصورتی کو دوبالا کر دیتا ہے۔

(عاطف سعید، پاکستان)

☆ اس بار کی کتاب تو قابلِ تعریف ہے۔ یہ سب آپ کی محنتوں کا صلہ ہے جب میں نے اس کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ اُوپر سے ہی نہیں اندر سے بھی بہت خوبصورت ہے۔ آپ نے جو تبدیلیاں کی ہیں، اس کی وجہ سے کافی دلکش اور حسین لگ رہی ہے۔

(فردوس فاطمہ، ظہیر آباد)

☆ ایک بات تو آپ کو ماننی پڑے گی بلالؔ صاحب کہ ایک خوبصورت انسان ہی خوبصورت خیالات رکھتا ہے۔ آپ کے خیالات بہت ہی خوبصورت ہیں، شاید اسی لئے آپ کی کتابیں اتنی دلچسپ اور خوبصورت ہوتی ہیں۔

(شمع کاکوروی، کاکور)

www.mfproductions.cjb.net

نازبک سپلائی کمپنی ، دریا گنج دھلی